جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

ذوالحجۃ الحرام ۱۴۳۸ھ / ستمبر ۲۰۱۷ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

خط وکتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر: 0304-7310038

کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

پانامہ لیکس کا فیصلہ اور وزیراعظم کی نااہلی

۲۸/جولائی ۲۰۱۷ء جمعۃ المبارک کو وزیراعظم محمد نواز شریف اور ان کے خاندان کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں چلائے جانے والے پانامقدمے کا فیصلہ سناتے ہوئے عدالت عظمیٰ نے وزیراعظم کو نااہل قرار دے دیا، اس مقدمہ کی سماعت کے لیے پانچ رکنی بنچ تشکیل دیا گیا تھا ان میں سے دو ججوں نے وزیراعظم کی تقریروں میں مبینہ تضادات پر انہیں نااہل قرار دے دیا تھا جبکہ تین جج حضرات نے مزید تحقیق وتفتیش کے لیے ایک جے، آئی، ٹی (جائنٹ انویسٹی گیشن ٹیم) تشکیل دی تھی اس میں ملٹری انٹیلی جنس (ایم، آئی) اور انٹر سروسز انٹیلی جنس (آئی، ایس، آئی) کے نمائندے بھی شامل تھے۔

وزیراعظم کے خلاف عدالت عظمیٰ میں جو مقدمہ زیر سماعت تھا اس میں درخواست دہندگان نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ آف شور کمپنیوں کے حوالہ سے لندن فلیٹس وزیراعظم کے ہیں اور انہوں نے پاکستان سے اربوں روپے غیر قانونی طریقہ سے لندن پہنچائے ہیں اور اربوں روپے کی کرپشن کی ہے۔ لیکن فریق مخالف چونکہ اپنے اس موقف کو عدالت میں ثابت نہیں کر سکا اس لیے عدالت عظمیٰ نے اس معاملہ کو نیب کے حوالہ کر دیا، اور اس کی بنیاد پر وزیراعظم کو نااہل قرار نہیں دیا۔

''جس معاملہ میں وزیراعظم کو نااہل قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ دبئی میں قائم اپنے بیٹوں کی ایک کمپنی کے وہ چیئرمین تھے اور اس عہدہ کے لیے ان کی تنخواہ بھی مقرر کی گئی تھی، وزیراعظم اور ان کے بیٹوں نے تنخواہ لینے یا دینے کی تردید کی گویا کاغذات میں تنخواہ کا اندراج اقامے کا پیٹ بھرنے کے لیے کیا گیا تھا، درحقیقت اس کا کوئی وجود نہ تھا لیکن چونکہ یہ رقم وزیراعظم کو وصول کرنے کا حق تھا اس لیے یہ رقم ان کے اثاثہ میں شامل تھی، جسے

کاغذات نامزدگی داخل کراتے وقت ظاہر نہیں کیا گیا، اس لیے وزیراعظم صادق اور امین نہیں رہے، فلہٰذا اعدالت عظمیٰ سپریم کورٹ کے فل بنچ نے متفقہ طور پر آئین کی دفعہ 63-62 کے تحت وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کو نااہل قرار دے دیا''۔

داعی پارٹی اس پر خوش اور رقص کناں ہے اور اس فیصلہ کو سو فیصد مبنی بر صواب اور اپنی فتح قرار دے رہی ہے اور خوشی و مسرت کے شادیانے بجا رہی ہے اور اپنی فتح و کامرانی کے ڈھول پیٹ رہی ہے جبکہ مدعیٰ علیہ فریق اور ملک و بیرون ملک کے قانون دان اور ماہرین اس فیصلہ پر انگشت بدنداں اور حیران ہیں۔ عالمی دانشور اور مبصرین بھی خاصے مخمصے کا شکار ہیں، بہت سے حضرات درخواست کنندگان کے دعاوی اور سپریم کورٹ کے فیصلہ میں مناسبت اور تطبیق کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ دعویٰ تو کرپشن کا دائر کیا گیا تھا جبکہ فیصلہ اقامہ کی وجہ سے تنخواہ کی عدم وصولی کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ بادی النظر میں گویا یہ فیصلہ اس شعر کا مصداق بن گیا ہے۔

چہ خوش گفت سعدی درز لیخاں   الایاایہاالساقی ادر کاساًوناولہا

شاید پانامہ اور اقامہ میں مابہ الاشتراک وجہ ان کا کسی قدر ہم قافیہ ہونا بھی ہو۔ درس نظامی میں پڑھائی جانے والی علم بیان، بلاغت اور بدیع کی مشہور مایہ ناز کتاب ''مختصر المعانی'' میں حکایت لکھی ہے کہ ''قم'' جو ایران کا ایک شہر ہے اس کے قاضی جج کو معزول کرتے ہوئے بادشاہ نے اسے لکھا۔

ایہاالقاضی بقم   قدعزلناك فقم

اے قم کے قاضی! ہم نے تمہیں معزول کر دیا، پس تم اپنے عہدہ سے اٹھ جاؤ یعنی تم فارغ ہو۔

''قم'' شہر کا نام بھی ہے اور عربی گرائمر کے اعتبار سے یہ امر کا صیغہ بھی ہے جس کا معنیٰ ہے ''کھڑے ہو جاؤ'' جب اس قاضی کو یہ حکم ملا تو وہ یہ حکم سنتے ہی پکار اٹھے:

مـاعـزلـنـاالاهٰذه القافية ۔ کہ میرا قصور تو نہیں تھا لیکن اس ''قم'' اور ''قم'' کے قافیہ نے مجھے معزول کر دیا۔

بہرحال وجہ کوئی بھی لے لیجئے وزیراعظم نااہل ہو چکے ہیں اور ان کی جگہ مسلم لیگ (ن) ہی کا وزیراعظم بن چکا ہے اور مخالفین پوری مخالفت کے باوجود آپس میں متحد ہونے میں ناکام رہے۔ (ن) لیگ کے مقابلہ میں متفقہ طور پر کسی بھی ایک شخصیت کو بطور وزیراعظم سامنے نہیں لا سکے، یہ گویا: تـحـسبهـم جـمـيـعـاً وقلوبهم شتىٰ کا خوب عملی مظاہرہ ہوا۔ اور تو اور جماعت اسلامی بھی اپنے چار ممبروں کے ساتھ پانچویں سوار کے طور پر میدان میں کود پڑی، فیاللعجب۔

عدالتی فیصلہ پر منفی، مثبت مختلف تبصرے ہو رہے ہیں، لیکن آنے والا وقت ہی صحیح معنیٰ میں یہ بتلائے گا کہ ملک وملت پر اس کے کیا اثرات پڑے ہیں۔ اور یہ فیصلہ شریف خاندان کے لیے خاص ہے یا دیگر حضرات بھی اس کی زد میں آئیں گے۔ گرد وغبار کی اس فضا میں حقیقت تک رسائی بظاہر مشکل ہے، اس لیے وزیراعظم کے نااہل ہونے پر جو حضرات فرحاں وشاداں ہیں اس وقت ان کی خدمت میں صرف اتنی گزارش ہے۔

فسوف ترىٰ اذاانكشف الغبار   افرس تحت رجلك ام حمار

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اصل حکمرانی فقط اس ذات بے ہمتا کی ہے جو ہر چیز پر قادر اور مختار کل ہے اور اسی کا حکم غالب آ کر رہتا ہے، والـلـه غـالـب علىٰ امره ولٰكن اكثـر الـنـاس لا يعلمون ۔ اس کے ہر فیصلہ میں یقیناً بہت سی حکمتیں بھی ہیں، انسان کو اس کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرنا اور اس کے فیصلے پر بلا چون وچرا عمل کرنا اور راضی رہنا ضروری ہے۔ لیکن چونکہ یہ عالم اسباب ہے اس لیے حق تعالیٰ نے کائنات کے حوادث کو ظاہری اسباب کے ساتھ بھی مربوط فرمایا ہے، جو واقعات رونما ہوتے ہیں ان میں انسان کے لیے اپنے اختیار واعمال کا بھی دخل ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ظهر الفساد في البر والبحر

بما کسبت ایدی الناس۔

حدیث پاک میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اعمالکم عمالکم۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ نے دہلی کے تخت پر نادر شاہ کے قبضہ کے موقع پر یہ تاریخی اور حکیمانہ جملہ ارشاد فرمایا تھا

ع شامت اعمال ما صورت نادر گرفت

وہ اسی حقیقت کا غماز ہے۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔

جناب میاں محمد نواز شریف صاحب کی نا اہلی کے متعلق ان کے احباب اور متعلقین، ان کے چاہنے والے اور ہمدرد نیز ملک وملت کے بہی خواہ حضرات کے یہ خیالات اور آراء کہ ان کی برطرفی عالمی سازش اور ملک وملت کے دشمنوں کا ایجنڈا ہے جو عناصر پاکستان کے مخالف اور ملک کی ترقی میں رکاوٹ ہیں یہ سب کچھ ان کی وجہ سے ہوا ہے، یہ اپنی جگہ لیکن مسلم لیگ (ن) کی حکومت اور میاں صاحبان کو بے قصور اور معصوم قرار دینا بھی انتہائی افسوسناک اور غلط سوچ ہے، کیونکہ انسان خطاء کا پتلا ہے اس سے غلطیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔

مسلم لیگ (ن) نے اپنے ادوار حکومت میں عوام اور ملک کی بہبود اور فلاح کے لیے جو کارنامے سرانجام دیے اور جن بحرانوں پر قابو پایا اور ملک نے ان کے تینوں ادوار میں جو ترقی کی ہم کھلے دل سے اس کا اعتراف کرتے ہیں، سیاسی یا ذاتی مخالفین کی طرح بے جا مخالفت اور بلاوجہ ''لانسلم'' کے فارمولا کے ہم قائل نہیں ہیں۔

کضرائر الحسناء قلن لوجهها حسدا و بغضاً انہ الدمیم

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم اس کے بھی قائل نہیں کہ ان کے غلط اقدام اور بے جا فیصلوں کی حمایت یا تائید کی جائے اور انہیں کسی بھی غلطی سے نعوذ باللہ مبرا قرار دے دیا جائے۔ مسلم لیگ (ن) نے جب بھی کوئی غلط قدم اٹھایا ہم نے اس سے اختلاف کیا اور

کبھی کسی غلط معاملہ میں اس کا ساتھ نہیں دیا۔ خاص طور پر دینی معاملات کے حوالہ سے ہمیں ہر دور میں ان کی روش اور پالیسی سے اختلاف رہا، دینی مدارس اور سود کے خلاف اپیل، غیر مسلم اقلیت اور قادیانیوں کی بے جا حمایت وغیرہ اہم مسائل میں مسلم لیگ (ن) نے جو طرز عمل اختیار کیا، وزارت عظمیٰ کے عہدہ سے برطرفی میں ظاہری اسباب کی حد تک مذکورہ بالا امور بھی یقیناً کارفرما ہیں، جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

حق تعالیٰ نے تین مرتبہ (ن) لیگ کو مملکت اسلامیہ پاکستان کی حکمرانی کا تاج پہنایا لیکن حکمرانی کا جو اصل مقصد ہے جس کے لیے ستر سال قبل لاکھوں مسلمانوں نے جان مال کی قربانی دی اسے یکسر فراموش کر دیا گیا۔ روضہ رسول ﷺ کے سامنے ملک میں اسلام کے نفاذ کا وعدہ کر کے اس کو توڑ دیا گیا، نااہلی اور برطرفی کے لیے کیا یہ معمولی اسباب ہیں؟ کلا ثم کلا۔

اس موقع پر ذاتی واقعات کو ذکر کرنا نفس پر سخت گراں بھی ہے اور یہ کوئی اچھی روایت بھی نہیں لیکن طرداًللباب خیال آ گیا اس لیے طعنہ کے طور پر نہیں بلکہ حقیقت واقعہ کے طور پر تحریر ہے کہ:

۲۰۱۳ء کے قومی انتخابات میں مسلم لیگ (ن) کی طرف سے حلقہ N A-68 میں معروضی حالات کے پیش نظر سابق وزیراعظم زیدت محاسنہ خود کھڑے ہوئے، اس حلقہ کے عوام نے اسے اپنے لیے بڑی سعادت اور نیک فال سمجھا، اس کے باوجود کہ میاں صاحب نے پوری انتخابی مہم کے دوران اس حلقہ میں قدم رنجہ نہیں فرمایا حلقہ کی اکثریت نے ان کا بھرپور ساتھ دیا، مخالفین کو شکست فاش دی اور میاں صاحب کو بھاری لیڈ سے کامیاب کیا، احقر نے بھی حسب سابق وحسب توفیق ان کی حمایت کی ان کے حق میں فتویٰ بھی جاری کیا اور بیانات کئے۔ بحمداللہ ہزاروں افراد نے اس کی وجہ سے مسلم لیگ (ن) کی حمایت کی۔ انہوں نے اس کا نقد بدلہ یہ دیا کہ حلقہ کی اکثریت کے علی الرغم اس حلقہ کو

خیر باد کہتے ہوئے ضمنی الیکشن میں ایک ایسی متنازعہ شخصیت کو کھڑا کر دیا جن کو حلقہ کی اکثریت بوجوہ ہرگز ہرگز نہیں چاہتی تھی اور یہ صورت حال جماعت کی مقتدر شخصیات نے میاں صاحبان کے گوش گزار بھی کر دی تھی، لیکن وہ اپنی رائے پر مصر رہے اور انہوں نے کسی کی نہ سنی، چنانچہ مقابلہ ہوا اور موصوف کو تحصیل ساہیوال، تحصیل شاہ پور، تحصیل سلانوالی حتیٰ کہ خود اپنے وارڈ میں بھی شکست فاش ہوئی لیکن عوام کی تمام تر مخالفت کے باوجود حکومت کی خصوصی شفقت وعنایت سے انہیں پھر حلقہ کے عوام پر مسلط کر دیا گیا، فالی اللہ المشتکیٰ۔

یہ واقعہ بطور ع ''مشتے نمونہ از خروارے'' ذکر کیا گیا ہے، ورنہ پورے ملک میں نہ جانے اور کتنے ایسے واقعات ہوں گے جن میں حلقہ کی اکثریتی رائے کا احترام نہیں کیا گیا ہوگا، اس کے باوجود جمہوریت سے عشق اور محبت کا دعویٰ ہی نہیں بلکہ اس کے قیام پر بھی اصرار کیا جاتا ہے اور ہر وقت زبان جمہوریت کے ذکر سے تر رہتی ہے۔

بہر حال ہمارا مقصد اس وقت مسلم لیگ (ن) کے دور حکومت کی خوبی اور برائی کا جائزہ لینا نہیں ہے، بلکہ اصلاح حال کے طور پر بعض اہم امور کی طرف انہیں متوجہ کرنا ہے تا کہ وہ اپنے ماضی کے تناظر میں حال کو صحیح کر لیں اور جو وقت حق تعالیٰ نے ان کو دیا ہے اس کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی کوتاہیوں کی اصلاح کر لیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق سے کئے ہوئے وعدے پورے کریں ملک وملت کے استحکام، اسلام کے نفاذ اور دینی مدارس کے تحفظ کے لیے باہم اتحاد واتفاق پیدا کریں اور مملکت اسلامیہ پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ قرار دینے کی غیر شرعی اور غیر قانونی منطق سے احتراز کریں، اس طرح عوام اور دینی جماعتوں کا تعاون انہیں حاصل رہے گا اور حق تعالیٰ غیب سے ان کی نصرت اور مدد فرمائیں گے۔ اے کاش! کہ یہ حقائق (ن) لیگ کے عمائد اور ذمہ دار حضرات تک پہنچ جائیں اور ان کو سمجھ میں آ جائیں اور وہ ان پر عمل پیرا ہو کر مملکت اسلامیہ پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی مملکت بنانے میں کامیاب ہو سکیں۔

اندازِ بیاں گرچہ مرا شوخ نہیں ہے — شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

خدا کرے کہ یہ آوازِ صدا بصحرا ءاور

ع کون سنتا ہے چمن میں عندلیب زار کی

کا مصداق نہ ہو۔

من آنچہ شرط وفا ہست بتو می گویم — تو خواہ از سخنم پند گر و خواہ ملال

حضرت والد ماجد فقیہ وقت یادگار اسلاف مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی نوراللہ مرقدہ نے بھی اپنے دور میں اس وقت کے صدر پاکستان جناب محمد رفیق تارڑ اور وزیراعلیٰ حیدر وائیں مرحوم، وزیراعظم میاں محمد نواز شریف صاحب کو اپنے مکتوبات کے ذریعہ ان حقائق کی طرف متوجہ فرمایا لیکن افسوس کہ وعدہ کے باوجود عمل نہیں کیا گیا۔ یہ مکتوبات حضرت والد گرامی قدس سرہ کی شائع شدہ سوانح ''حیات ترمذی'' میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مملکت اسلامیہ پاکستان اور اس کے باشندگان کی حفاظت فرمائیں، تمام مسلمانوں اور ارباب اقتدار کو دین اسلام کے نفاذ اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ ھٰذا ماعندی ولعل عندغیری احسن من ھٰذا۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۲۷/ذوالقعدہ ۱۴۳۸ھ۔ ۲۰/اگست ۲۰۱۷ء

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

شفاعت

محشر میں پیش آنے والے جن واقعات کی اطلاع احادیث میں صراحت کے ساتھ دی گئی ہے، اور جن پر ایک مومن کو یقین دلانا ضروری ہے، ان میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کی شفاعت بھی ہے، شفاعت کے متعلق حدیثیں اتنی کثرت سے وارد ہوئی ہیں کہ سب کو ملا کر تواتر کی حد کو پہنچ جاتی ہیں۔

پھر شفاعت کی ان حدیثوں کے مجموعہ سے سمجھ کر شارحین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کئی قسم کی ہوگی، اور بار بار ہوگی، سب سے پہلے جبکہ سارے اہل محشر اللہ کے جلال سے سراسیمہ اور خوفزدہ ہوں گے اور کسی کو لب ہلانے کی جرأت و ہمت نہ ہوگی اور آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام اولوالعزم پیغمبر بھی نفسی نفسی کے عالم میں ہوں گے، اور کسی کے لیے شفاعت کی جرأت نہ کرسکیں گے تو اس وقت عام اہل محشر کی درخواست پر اور ان کی تکلیف سے متاثر ہو کر رسول اللہ ﷺ ہی ہمت کرکے اور اللہ کے لطف و کرم پر اعتماد کرکے آگے بڑھیں گے اور پوری نیازمندی اور حسن ادب کے ساتھ (جو آپ کی شایان شان ہے) بارگاہ رب العزت میں اہل محشر کے لیے سفارش کریں گے، کہ ان کو اس فکر اور بے چینی کی حالت سے نجات دی جائے اور ان کے حساب کتاب کا فیصلہ فرما دیا جائے۔

بارگاہ جلالت میں اس دن یہ سب سے پہلی شفاعت ہوگی، اور یہ شفاعت صرف آپ ہی فرمائیں گے، اس کے بعد ہی حساب اور فیصلہ کا کام شروع ہو جائے گا، یہ شفاعت جیسا کہ عرض کیا گیا کہ عام اہل محشر کے لیے ہوگی اسی لیے اس کو شفاعت عظمیٰ بھی

کہتے ہیں۔

اس کے بعد آپ اپنی امت کے مختلف درجہ کے گنہگاروں کے بارے میں جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم کے سزاوار ہوں گے، یا جو جہنم میں ڈالے جاچکے ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ ان کو معاف کردیا جائے، اور جہنم سے ان کو نکالنے کی اجازت دے دی جائے، آپ کی یہ شفاعت بھی قبول ہوگی وراس کی وجہ سے خطا کار امتیوں کی بہت بڑی تعداد جہنم سے نکالی جائے گی، اس کے علاوہ کچھ صالحین امت کے لیے آپ اس کی بھی شفاعت کریں گے کہ ان کے لیے بغیر حساب کے داخلہ جنت کا حکم دے دیا جائے۔

اسی طرح اپنے بہت سے امتیوں کے حق میں آپ ترقیٔ درجات کی بھی اللہ تعالیٰ سے استدعا کریں گے، حدیثوں میں شفاعت کے ان تمام اقسام اور واقعات کی تفصیل وارد ہوئی ہے۔

پھر حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ شفاعت کا دروازہ کھل جانے کے بعد اور انبیاء علیہم السلام، ملائکہ عظام اور اللہ کے دوسرے صالح اور مقرب بندے بھی اپنے سے تعلق رکھنے والے اہل ایمان کے حق میں سفارش کرسکیں گے، یہاں تک کہ کم عمر میں فوت ہونے والے اہل ایمان کے حق میں سفارش کرسکیں گے، اسی طرح بعض اعمال صالحہ بھی اپنے عاملوں کے لیے سفارش کریں گے اور یہ سفارشیں بھی قبول فرمائی جائیں گی، اور بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوگی جن کی نجات اور بخشش ان سفارشوں ہی کے بہانہ ہوگی۔

مگر لحاظ رہے کہ یہ سب شفاعتیں اللہ کے اذن اور اس کی مرضی اور اجازت سے ہوں گی، ورنہ کسی نبی اور کسی فرشتہ کی بھی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مرضی کے بغیر کسی ایک آدمی کو بھی دوزخ سے نکال سکے یا اس کا اذن اور ایما پائے بغیر کسی کے حق میں سفارش کے

لیے زبان کھول سکے۔

قرآن پاک میں ہے:

من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ (بقرہ:ع۳۴)

کون ہے جو اس کی بارگاہ میں بغیر اس کی اجازت کے کسی کی سفارش کر سکے۔

دوسرے موقع پر فرمایا گیا:

ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ۔(انبیاء:ع۲)

اور وہ نہیں سفارش کر سکیں گے مگر صرف اس کے لیے جس کے لیے اس کی رضا ہوگی۔

بلکہ علماء کرام نے جیسا کہ فرمایا ہے، شفاعت دراصل شفاعت کرنے والوں کی عظمت ومقبولیت کے اظہار کے لیے اور ان کے اکرام واعزاز کے واسطے ہوگی، ورنہ حق تعالیٰ کے کاموں میں اور اس کے فیصلوں میں دخل دینے کی کسے مجال ہے: یفعل مایشاء اس کی شان ہے۔

اس تمہید کے بعد ذیل میں باب شفاعت کی حدیثیں پڑھیے۔

(معارف الحدیث ص۲۴۲)

مرسلہ : بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ

فرمایا ''ابریز'' ایک بزرگ عبدالعزیز دباغ مصری کے مقالات وحالات کی کتاب ہے، یہ بالکل امی تھے مگر احادیث کی نہایت صحیح شرح کرتے تھے۔اور یہ بھی فرماتے تھے کہ مجھ کو کلام اللہ اور کلام رسول اور کلام امتی میں فرق معلوم ہوجاتا ہے۔اس کا امتحان کرنے کیلئے ایک شخص نے حدیث کا یہ ٹکڑا پڑھا حافظوا علی الصلوات والصّلٰوۃ الوسطٰی وصلٰوۃ العصر اس کو سن کر فرمایا صلٰوۃ العصر قرآن نہیں ہے۔اس کا معیار یہ فرمایا کہ قرآن اور حدیث کے تلفظ کرنے کے وقت متکلم کے منہ سے ایک قسم کا نور نکلتا ہے، پھر اس نور میں فرق ہوتا ہے ایک قدیم ہے دوسرا حادث، پہلا نور قرآن کا ہے دوسرا حدیث کا اور امتی کے کلام میں وہ نور خاص نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ ان بزرگ کو ایک خاص ادراک بھی ہوتا تھا کہ ان کے تعلق کے لوگوں میں ایک کو دوسرے سے جیسا تعلق محبت وغیرہ کا ہوتا تھا کہ وہ محبت جائز ہے یا ناجائز وہ بھی مکشوف ہوجاتا تھا اور اس کی وجہ یہ بتلاتے تھے کہ مجھے ایسے دونوں شخصوں کے درمیان ایک ڈورا سا متصل معلوم ہوتا ہے، پھر اگر اس میں نور ہے تو ان کی محبت جائز ہے اور اگر اس میں ظلمات ہیں تو ناجائز ہے۔

ملفوظ بالا کے سلسلہ میں فرمایا مجھ کو بھی قرآن اور حدیث اور کلام سلف اور کلام متاخرین میں فرق معلوم ہوجاتا ہے۔

فرمایا ایک شخص نے شیخ سے خواہش کی کہ آپ تصرف سے میری اصلاح کریں، انہوں نے فرمایا کہ مجاہدہ کرو،اس سے طالب کے دل میں شیخ کی نسبت سوءظن اور خلجان

پیدا ہوا کہ شاید میرا شیخ ناقص ہے صاحب تصرف نہیں، شیخ کو کشف سے معلوم ہو گیا اس سے کہا کہ ایک مٹکا پانی کا بھر کر مسجد کے دروازہ پر رکھ دو اور خود ایک پچکاری لے کر بیٹھ گئے، جو شخص مسجد کے دروازے کے سامنے سے گزرتا اس پر پچکاری سے پانی پھینک دیتے وہ فوراً کلمہ پڑھنے لگتا، سینکڑوں ہندو کلمہ پڑھنے لگے، لیکن وہ اثر کچھ دیر بعد زائل ہو جاتا تھا، اس وقت وہ لوگ پھر ویسے ہی ہو جاتے۔ پھر مرید کو بلا کر فرمایا کہ دیکھا اللہ تعالیٰ نے کیسا تصرف عطا فرمایا ہے لیکن تجھ کو بدوں مجاہدہ کے کچھ نہ ملے گا۔

اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ تصرف سے صرف استعداد قریب پیدا ہو جاتی ہے، باقی کامیابی اپنے ہی کام کرنے سے ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسا مٹی کا ڈھیلا سخت ہو تو اس پر پانی ڈال دینے سے آسانی سے ٹوٹ سکتا ہے، لیکن اگر اس کو گیلا ہونے کی حالت میں توڑا نہ گیا اور اسی حالت میں خشک ہو گیا تو وہ پھر ویسا ہی سخت ہو جائے گا۔ اب تو لوگ یوں چاہتے ہیں کہ کرنا کچھ نہ پڑے اور مزہ آنے لگے، اس راستہ میں مزہ بھی آتا ہے مگر اول اول تو مشقت ہی اٹھانا پڑتی ہے ع

چند روزے جہد کن باقی بخند

o فرمایا طریق میں مقصود تحصیل اعمال ہے نہ کہ تسہیل، لوگ تسہیل ہی کو مقصود سمجھتے ہیں۔ ہاں فن میں طرق تسہیل بھی ہیں مگر اس تسہیل کا اصل طریق بھی تحصیل ہی ہے، یعنی اس کو بار بار کرنا، عمل کو بار بار کرنے سے تسہیل بھی ہو جاتی ہے جیسا مثلاً ایک آیت کو بار بار تلاوت کرنے سے حفظ ہو جاتی ہے اور پھر پڑھنے میں تسہیل ہو جاتی ہے، باقی دوسرے طرق تسہیل مختلف ہیں جن کا تجویز کرنا شیخ کا کام ہے مگر شروع میں تو شیخ یہی کہے گا کہ محنت کرو تسہیل کی تدبیر بتلانا ہمارے ذمہ نہیں، جب وہ کام میں لگا ہوا دیکھے گا آپ ہی تسہیل کی تدبیر بتلائے گا۔

فقیہ الامت مفتی عبدالکریم گمتھلوی قدس سرہ

ماہ محرم الحرام کے فضائل واحکام

اور منکرات مروجہ کی مذمت

الحمدللہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ:

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سب روزوں سے افضل رمضان کے بعد اللہ تعالیٰ کا مہینہ محرم ہے(یعنی اس کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا رمضان کے سوا اور سب مہینوں کے روزہ سے زیادہ ثواب رکھتا ہے)۔(مسلم)

اور جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا،اس لیے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: یہ کیا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ بڑا دن ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اس کی قوم غرق ہوئی۔پس موسیٰ علیہ السلام نے اس کا روزہ بطور شکر کے رکھا تو ہم بھی اس کا روزہ رکھتے ہیں۔پس ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تو ہم زیادہ حقدار اور قریب ہیں موسیٰ کے تم سے ۔پھر حضور ﷺ نے اس کا روزہ رکھا اور (دوسروں کو) اس کے روزہ کا حکم دیا۔(متفق علیہ)

ونیز ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں امید رکھتا ہوں حق تعالیٰ سے کہ عاشوراء کا روزہ کفارہ ہو جاتا ہے اس سال کا (یعنی اس سال کے چھوٹے گناہوں کا) جو اس سے پیشتر (گزر چکا) ہے۔(مسلم)

اور حدیث شریف میں ہے کہ جب رسول خدا ﷺ نے روزہ رکھا اور اس روزہ کا حکم دیا تو انہوں نے (یعنی صحابہ نے) عرض کیا کہ یہ ایسا دن ہے کہ جس کو یہود و نصاریٰ معظم سمجھتے ہیں،تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو ۹ تاریخ

کو (بھی) ضرور روزہ رکھوں گا۔ (مسلم)

اورارشادفرمایارسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھوتم عاشوراء کا اور مخالفت کرواس میں یہود کی، اور (وہ اس طرح کہ) روزہ رکھواس سے ایک دن پہلے کا یا ایک دن بعد کا (غرض تنہا عاشوراء کا روزہ نہ رکھواس سے ایک دن پہلے کا یا بعد کا ملالینا چاہئے) (جمع الفوائد عن احمد والبزار بلین والیہ ذھب فقہاء فاکرھوا انفراد العاشوراء بالصوم)

اورحدیث شریف میں ہے کہ عاشوراء کا روزہ رمضان (کے روزے فرض ہونے) سے پیشتر (بطور فرضیت) رکھا جاتا تھا۔ پس جب رمضان (کے روزوں کا حکم) نازل ہوا تو جس نے چاہا (عاشوراء کا روزہ) رکھا اور جس نے چاہا نہ رکھا۔ (جمع الفوائد عن الستۃ الا النسائی)

اورارشادفرمایارسول اللہ ﷺ نے جس شخص نے فراخی کی اپنے اہل وعیال پر خرچ میں عاشوراء کے دن، فراخی کرے گا اللہ اس پر (رزق میں) تمام سال۔ (رزین وبیہقی وفی المرقات قال العراقی لہ طرق بعضھا صحیح وبعضھا علی شرط مسلم)

پس یہ دو باتیں تو کرنے کی ہیں:

ایک روزہ رکھنا کہ وہ مستحب ہے۔

دوسرے مصارف میں کچھ فراخی کرنا (اپنی حیثیت کے موافق) اور یہ مباح ہے۔

اس کے علاوہ اور سب باتیں جو اس دن کی کی جاتی ہیں خرافات ہیں۔ لوگ اس دن میلہ لگاتے ہیں اور حضرات اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مصائب کا ذکر کرتے ہیں اور ان کا ماتم کرتے ہیں اور مرثیہ پڑھتے ہیں اور روتے چلاتے بھی ہیں اور بعض لوگ تو تعزیہ علَم وغیرہ بھی نکالتے ہیں اور ان کے ساتھ شرک وکفر کا معاملہ کرتے ہیں یہ سب باتیں واجب الترک ہیں۔ شریعت میں اس ماتم وغیرہ کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ ان سب امور کی سخت ممانعت آئی ہے۔

تنبیہ: بعض لوگ اس روز مسجد وغیرہ میں جمع ہوکر ذکر شہادت وغیرہ سناتے ہیں اس میں ثقہ لوگ بھی غلطی سے شریک ہوجاتے ہیں اور بعض اہل علم بھی اس کو جائز سمجھنے کی عظیم غلطی میں مبتلا ہیں، درحقیقت یہ بھی ماتم ہے گو مہذب طریقہ سے ہے کہ سینہ وغیرہ وحشی لوگوں کی طرح نہیں کوٹتے لیکن حقیقت ماتم کی یہاں بھی موجود ہے، واللہ اعلم بالصواب ۱۲۔

اورارشادفرمایا حق تعالیٰ نے: پس جس شخص نے ذرہ کے برابر نیکی کی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ کے برابر برائی کی وہ اس کو دیکھ لے گا۔

چونکہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدفیوضہم نے ''اصلاح الرسوم'' میں منکرات مروجہ کی نہایت عمدہ طریق پر تفصیل کے ساتھ اصلاح فرمائی ہے اس واسطے ''اصلاح الرسوم'' باب سوم کی فصل سوم سے عشرہ محرم کی رسوم قبیحہ کا بیان لکھا جاتا ہے۔ یہ رسوم دوقسم کی ہیں ۔ایک وہ جوفی نفسہ حرام ہیں ۔دوسری وہ جوفی نفسہ مباح تھیں مگر فساد عقیدہ کے سبب حرام ہوگئیں ۔دونوں کو جدا جدا بیان کیا جاتا ہے۔

قسم اول کے منکرات

(۱) تعزیہ بنانا جس کی وجہ سے طرح طرح کا فسق وشرک صادر ہوتا ہے۔ بعض جہلا کا اعتقاد ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ اس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رونق افروز ہیں۔ اوراس وجہ سے اس کے آگے نذرونیاز رکھتے ہیں ۔جس کا مااھل بہ لغیر اللہ میں داخل ہوکر کھانا حرام ہے۔اس کے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑے ہوتے ہیں،اس کی طرف پشت نہیں کرتے ،اس پر عرضیاں لٹکاتے ہیں،اس کو دیکھنے کو زیارت کہتے ہیں اوراس قسم کے واہی تباہی معاملات کرتے ہیں جو صریح شرک ہیں۔ان معاملات کے اعتبار سے تعزیہ اس آیت کے مضمون میں داخل ہے: اتعبدون ماتنحتون ۔یعنی کیا ایسی چیز کو پوجتے ہوجس کو خود تراشتے ہو؟ اورطرفہ ماجرا یہ ہے کہ یا تو اس کی بے حد تعظیم وتکریم ہورہی تھی اور یہ دفعۃً اس کو جنگل میں لے جا کر توڑ پھوڑ کر برابر کیا۔ معلوم نہیں آج وہ ایسا بے قدر کیوں ہوگیا،

واقعی جو امر خلاف شرع ہوتا ہے وہ عقل کے بھی خلاف ہوتا ہے۔

بعضے نادان یوں کہتے ہیں کہ صاحب! اس کو امام عالی مقام کے ساتھ نسبت ہوگئی اوران کا نام لگ گیا اس لیے تعظیم کے قابل ہوگیا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ نسبت کی تعظیم میں کوئی کلام نہیں، مگر جبکہ نسبت واقعی ہو مثلاً حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا کوئی لباس ہو یا اور کوئی ان کا تبرک ہو، ہمارے نزدیک بھی وہ قابل تعظیم ہیں اور جو نسبت اپنی طرف سے تراشی ہوئی ہو وہ ہرگز اسباب تعظیم سے نہیں ورنہ کل کو کوئی خود امام حسین رضی اللہ عنہ ہونے کا دعویٰ کرنے لگے تو چاہئے کہ اس کو اور زیادہ تعظیم کرنے لگو، حالانکہ بالیقین اس کو گستاخ و بےادب قرار دے کر اس کی سخت توہین کے درپے ہو جاؤ گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نسبت کاذبہ سے وہ شی معظم نہیں ہوتی بلکہ اس کذب کی وجہ سے زیادہ اہانت کے قابل ہوتی ہے، اس بناپر انصاف کرلو کہ تعزیہ تعظیم کے قابل ہے یا اہانت کے۔

(۲) معازف ومزامیر کا بجانا جس کی حرمت حدیث میں صاف صاف مذکور ہے اور باب اول میں وہ احادیث لکھی گئی ہیں۔ اور قطع نظر خلاف شرع ہونے کے عقل کے بھی تو خلاف ہے۔ معازف ومزامیر تو سامان سرور ہیں، سامان غم میں اس کے کیا معنی؟ یہ تو درپردہ خوشی منانا ہے ؏ برچنیں دعوائے الفت آفریں

(۳) مجمع فساق وفجار کا جمع ہونا جس میں وہ فحش واقعات ہوتے ہیں کہ ناگفتہ بہ ہیں۔

(۴) نوحہ کرنا جس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: لعنت فرمائی ہے رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والے اور اس کی طرف کان لگانے والے کو۔ (روایت کیا اس کو ابوداود نے)

(۵) مرثیہ پڑھنا جس کی نسبت حدیث میں صاف ممانعت آئی ہے۔

ابن ماجہ میں ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے مرثیوں سے منع فرمایا۔

(۶) اکثر موضوع روایت پڑھنا جس کی نسبت احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

(۷) ان ایام میں قصداً زینت ترک کرنا جس کو سوگ کہتے ہیں اور حکم اس کا شریعت میں یہ ہے کہ عورت کو صرف خاوند پر چار ماہ دس دن، یا وضع حمل تک واجب ہے۔ اور دوسرے عزیزوں کے مرنے پر تین دن جائز ہے باقی حرام۔

سواب تیرہ سوسال کے بعد یہ عمل کرنا بلاشک حرام ہے۔

(۸) کسی خاص لباس یا کسی خاص رنگ میں اظہار غم کرنا۔

ابن ماجہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک قصہ میں منقول ہے کہ ایک جنازہ میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ غم میں چادر اتار کر صرف کرتہ پہنے ہیں، یہ وہاں غم کی اصطلاح تھی۔ آپ ﷺ نہایت ناخوش ہوئے اور فرمایا کیا جاہلیت کے کام کرتے ہو۔ یا جاہلیت کی رسم کی مشابہت کرتے ہو؟ میرا تو یہ ارادہ ہوگیا تھا کہ تم پر ایسی بددعا کروں کہ تمہاری صورتیں مسخ ہوجائیں۔ پس فوراً ان لوگوں نے اپنی چادریں لے لیں اور پھر کبھی ایسا نہیں کیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ کوئی خاص وضع وہیئت اظہار غم کے لیے بنانا حرام ہے۔

(۹) بعض لوگ اپنے بچوں کو امام حسین رضی اللہ عنہ کا فقیر بناتے ہیں اور ان سے بعضے بھیک بھی منگواتے ہیں۔ اس میں اعتقادی فساد یہ ہے کہ اس عمل کو اس کی طولِ حیات میں مؤثر جانتے ہیں یہ صریح شرک ہے اور بھیک مانگنا بلا اضطرار حرام ہے۔

(۱۰) حضرات اہل بیت کی اہانت برسر بازار کرتے ہیں۔ اگر ایام غدر کے واقعات جس میں کسی خاندان کی عورتوں ہتک ہوئی ہو اس طرح علی الاعلان گائے جائیں، اس خاندان کے مردوں کو کس قدر غیظ وغضب آئے گا۔ پھر سخت افسوس ہے کہ حضرات

اہل بیت کے حالات اعلان کرنے میں غیرت بھی نہ آئے اوراس طرح کے بہت سے امور قبیحہ ہیں جوان دنوں میں کئے جاتے ہیں،ان کا اختیار کرنااور ایسے مجمع میں جانا سب حرام ہے۔یہی تمام تر فضیحتیں پھر چہلم کو دہرائی جاتی ہیں۔

قسم دوم کے منکرات

(۱) کھچڑا یا اور کچھ پکانا،احباب یا مساکین کو دینا،اوراس کا ثواب حضرت امام حسین کو بخش دینا۔اس کی اصل وہی حدیث ہے کہ جو شخص اس دن میں اپنے عیال پر وسعت دے اللہ تعالیٰ سال بھر تک اس پر وسعت فرماتے ہیں۔

وسعت کی یہ بھی ایک صورت ہوسکتی ہے کہ بہت سے کھانے پکائے جائیں۔خواہ جدا جدا یا ملا کر۔کھچڑا میں کئی جنس مختلف ہوتی ہیں اس لیے وہ اس وسعت میں داخل ہوسکتا ہے۔چنانچہ ''درمختار'' میں ہے:ولا بأس بالمعتاد خلطاً ویؤجر ۔جب اہل وعیال کو دیا کچھ غریب غرباء کو بھی دیدیا پھر امامین کو بھی ثواب بخش دیا مگر چونکہ لوگوں نے اس میں طرح طرح کی رسوم کی پابندی کرلی ہے گویا خود اس کو ایک تہوار قرار دے دیا ہے اس لیے رسم کے طور پر کرنے سے ممانعت کی جائے گی۔بلا پابندی اگراس روز کچھ فراخی خرچ میں کھانے پینے میں کردے تو مضائقہ نہیں۔

(۲) شربت پلانا۔یہ بھی اپنی ذات میں مباح تھا کیونکہ جب پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت پلانے میں کیا حرج تھا؟ مگر وہی رسم کی پابندی اس میں ہے اوراس کے علاوہ اس میں اہل رفض کے ساتھ تشبیہ بھی ہے اس لیے یہ بھی قابل ترک ہے۔تیسرے اس میں ایک مضمر خرابی یہ ہے کہ شربت اس مناسبت سے تجویز کیا گیا ہے کہ حضرات شہداء کربلا پیاسے شہید ہوئے تھے اور شربت مسکن عطش (پیاس بجھانے والا) ہے اس لیے اس کو تجویز کیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عقیدہ میں شربت پہنچتا ہے۔جس کا باطل اور

خلاف قرآن مجید ہونا فصل دوم میں مذکور ہو چکا ہے۔اور اگر پلانے کا ثواب پہنچتا ہے تو ثواب سب یکساں ہے۔کیا صرف شربت دینے کو ثواب میں تسکین عطش کا خاصہ ہے؟ پھر یہ بھی اس سے لازم آتا ہے کہ ان کے زعم میں اب تک شہداء کربلا نعوذ باللہ پیاسے ہیں یہ کس قدر بے ادبی ہے۔

ان مفاسد کی وجہ سے اس سے بھی احتیاط لازم ہے۔

(۳) شہادت کا قصہ بیان کرنا یہ بھی فی نفسہ چندروایات کا ذکر کردینا ہے۔ اگر صحیح ہوں تو روایات کا بیان کر دینا فی ذاتہ جائز تھا مگر اس میں یہ خرابیاں عارض ہوگئیں:

(۱) مقصود اس بیان سے ہیجان اور جلب غم اور گریہ وزاری کا ہوتا ہے۔اس میں صریح مقابلہ شریعت مطہرہ ہے کیونکہ شریعت میں ترغیب صبر مقصود ہے اور تعزیت سے یہی مقصود ہوتا ہے۔اور ظاہر ہے کہ مزاحمت شریعت کی سخت معصیت اور حرام ہے،اس لیے گریہ وزاری کو بھی قصداً یاد کر کے لانا جائز نہیں،البتہ غلبہ غم سے اگر آنسو آجائیں تو اس میں گناہ نہیں۔

(۲) لوگوں کو اس لیے بلایا جاتا ہے اور ایسے امور کے لیے تداعی واہتمام خود ممنوع ہے۔

(۳) اس میں مشابہت اہل رفض کے ساتھ بھی ہے،اس لیے ایسی مجلس کا منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا سب ممنوع ہے۔چنانچہ ''مطالب المؤمنین'' میں صاف منع لکھا ہے۔اور قواعد شرعیہ بھی اس کے شاہد ہیں۔اور یہ تو اس مجلس کا ذکر ہے جس میں کوئی مضمون خلاف شرع نہ ہو اور نہ وہاں نوحہ و ماتم ہو اور جس میں مضامین بھی غلط ہوں یا بزرگوں کی توہین ہو،یا نوحہ حرام ہو جیسا کہ غالب اس وقت میں ایسا ہی ہے تو اس کا حرام ہونا ظاہر ہے۔اور اس سے بدتر خود شیعہ کی مجالس میں شریک ہونا بیان سننے کے لیے یا ایک پیالہ فیرنی اور دو نان کے لیے۔''اصلاح الرسوم'' کا مضمون ختم ہوا۔اب ''زوال السنۃ'' سے

بعض رسوم قبیحہ کی مذمت نقل کی جاتی ہے:

(۱) بعض لوگ اس بچے کو منحوس سمجھتے ہیں جو محرم میں پیدا ہو۔ یہ بھی غلط عقیدہ ہے۔

(۲) بعض لوگ ان ایام میں شادی کو برا سمجھتے ہیں۔ یہ عقیدہ بھی باطل ہے۔

(۳) بعض جگہ ان ایام میں گٹکا، دھنیا مصالحہ تقسیم کرتے ہیں۔ یہ بھی واجب الترک ہے۔

(۴) بعض شہروں میں اس تاریخ کو روٹیاں تقسیم کی جاتی ہیں اوران کی تقسیم کا یہ طریقہ نکالا ہے کہ چھتوں کے اوپر کھڑے ہو کر پھینکتے ہیں، جس سے کچھ تو لوگوں کے ہاتھ میں آتی ہیں اور اکثر زمین پر گر کر پیروں میں روندی جاتی ہیں، جس سے رزق کی بے ادبی اور گناہ ہونا ظاہر ہے۔

حدیث شریف میں اکرام رزق کا حکم اوراس کی بے احترامی وبال سلبِ رزق آیا ہے۔ خدا سے ڈرو! اور رزق برباد مت کرو اور بے ادبی کے علاوہ بدعت اور ریا وغیرہ کا گناہ بھی اس رسم میں موجود ہے)۔

(ماخوذ از: الفضائل والاحکام للشھور والایام)

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ

ذکر اللہ کی اہمیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوب اليه ونعوذ بالله من شرورانفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لااله الاالله وحده لاشريك له ونشهدان محمداًعبده ورسوله صلى الله عليه واله وسلم صلٰوة دائمة ابداً كلما ذكره الذاكرون وكلما غفل عن ذكره الغافلون ـ

مذکورہ بالا خطبہ مسنونہ کے بعد حضرت محترم نے سورۃ زمر کی اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: يايها الذين اٰمنوا اذكروا الله ذكرا كثيراً وسبحوه بكرةً واصيلاً۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا منشأ یہ ہے کہ بے تعداد ذکر ہو شب وروز کی قید نہیں، صبح وشام کی قید نہیں، طہارت غیر طہارت کی قید نہیں، کپڑے پھٹے ہوئے ہونے نہ ہونے کی کوئی قید نہیں مطلب یہ ہے کہ ہر وقت ہر لحظہ اور ہر ایک حالت میں اللہ کے ذکر میں لگے رہو۔

دوسری آیت میں ہے: فاذكرواالله قياماً وقعوداً وعلٰى جنوبكم۔

(اللہ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے ہوئے) یعنی جو بھی حالت ہو ہر حال میں اللہ، اللہ کرو، پہلی آیت میں ذکر کے ساتھ تسبیح کا بھی ذکر ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شریعت میں جتنی عبادتیں ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ان میں سے ہر ایک کی ایک حد ہے مثلاً نماز کے متعلق ارشاد خداوندی ہے:

اقم الصلٰوة طرفى النهار وزلفا من الليل۔ نماز قائم کرو دن کے دونوں طرف اور رات کے کچھ حصہ میں۔

فرض روزوں کیلئے بارہ مہینوں میں ایک مہینہ معین ہے، زکوٰۃ سال بھر میں ایک دفعہ فرض ہوتی ہے، ایسے ہی حج سال بھر میں بلکہ عمر میں ایک دفعہ اس کی ادائیگی مطلوب ہے لیکن ذکر اللہ کیلئے کوئی حد نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ بندہ بے شمار و بے تعداد ذکر چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے ہر حال میں جاری رکھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث سے سمجھ میں آتا ہے، حدیث یہ ہے:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یذکراللّٰہ علٰی کل احیانہ

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حالت میں اللہ کا ذکر جاری رکھتے تھے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ سمجھنے لگیں ذکر کی نہایت ہی مرغوبیت مقصود ہے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرا بندہ زیادہ سے زیادہ میری یاد کرے۔

ذاکرین کا مرتبہ مجاہدین سے بڑا ہے

مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون شخص زیادہ مرتبہ والا ہے اللہ کے نزدیک فرمایا: الذاکرون اللّٰہ کثیرا والذاکرات۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں۔

اس سے شبہ ہوا کہ جہاد کرنے والے لوگوں کا مرتبہ بڑا ہونا چاہئے کیونکہ سب سے بڑی قربانی ان کی ہے انہوں نے ذاکرین سے کہیں زیادہ اپنی جان کھپائی ہے اور مال قربان کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجاہدین سے بھی ذاکرین کا درجہ بڑا ہے ولوخضبت ابدانھم ونھبت اموالھم (اوکما قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم) یعنی مجاہدین جن کے بدن خون سے رنگے ہوئے ہوں اور ان کے اموال لوٹ لئے گئے ہوں ان سے بھی ذاکرین کا درجہ بڑا ہے۔ بھائیو! غور کرو ذکر کرنے کے متعلق کیا شاندار ارشاد فرمایا ہے۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الا انبئکم بخیر اعمالکم لدی ربکم وارفعها درجاتکم وخیرلکم من انفاق الذهب والفضة وخیرلکم من ان تلقوا عدوکم فتقتلونهم و یقتلونکم ذکر اللّٰہ (اوکما قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

دیکھو! میں تمہیں ایسا عمل بتا رہا ہوں جو تمہارے رب کے یہاں سب سے بہتر ہے جس سے تمہارے درجے بلند ہوتے ہیں اور تمہارے لئے سونے اور چاندی کے خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہے اور تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ دشمن سے مقابلہ کرتے ہوئے تم ان کو قتل کرو اور وہ تمہیں قتل کر ڈالیں وہ عمل کیا ہے اللہ کا ذکر (جامع) مختصر یہ کہ ذکر اللہ کو سب سے افضل قرار دیا اس کو تمام قربانیوں پر ترجیح دی۔

ذکر اللہ کی قدر و قیمت

بھائیو! آج ہم اس کی قدر نہیں جانتے قیامت میں اس کی قدر معلوم ہوگی مختلف عنوانوں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ذکر فرماتے ہیں اور اس کی ترغیب دلاتے ہیں۔قرآن پاک میں قیامت کا ایک نام یوم الحسرۃ ہے کما قال اللّٰہ تعالیٰ: وانذرھم یوم الحسرۃ ،آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ روز قیامت کافر ومنافق کیلئے یوم الحسرۃ ہے کہ کفر ونفاق کی وجہ سے حسرت کریں گے لیکن مؤمنین کیلئے یوم الحسرۃ کیوں ہوگا جن مؤمنین نے قرآن وحدیث کے مطابق اپنے عمل کو سنوارا ہے وہ کیوں افسوس کریں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا بے شک مطیع اور فرمانبردار لوگ بھی افسوس کریں گے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اپنے یاد کرنے پر اور ہر ہر مرتبہ کے ذکر پر اتنا بڑا اجر دے گا تب ہر ایک افسوس کرے گا کہ میں نے سو ہی مرتبہ کیوں ذکر کیا، میں نے ہزار ہی مرتبہ پر کیوں کفایت کی، لاکھ مرتبہ یا کروڑ مرتبہ پر ہی کیوں قناعت کی، اور کیوں نہیں کیا۔

غرضیکہ ہر مطیع اور فرمانبردار بھی افسوس کرے گا اور ذکر کرتا تو اور غیر معمولی اجر پاتا۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ذکر کیلئے کوئی حد، کوئی غایت، کوئی نہایت نہیں۔ ؎

ہر آن کو غافل از وئے یک زمان است   ہماں دم کافر ست امانہان ہست
مبادا غافلی پیوستہ باشد   در اسلام بر وے بستہ باشد

یہ حضرت شیخ عبدالحق ردولویؒ کے اشعار ہیں ان کے یہاں تھوڑی دیر کی غفلت بھی کفر ہے۔

ذکر اللہ کیلئے کوئی شرط نہیں

میرے بھائیو! چلتے پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے زیادہ سے زیادہ ذکر کرو، قرآن پاک میں ارشاد ہے: الذاکرین اللّٰہ کثیراً والذاکرات اس میں کوئی قید نہیں، نجات پانے والوں میں اعلیٰ درجہ ذکر کرنے والوں کا ہے۔

بھائیو! بے وضو نمازی پر عتاب ہوگا جان بوجھ کر بے وضو نماز پڑھنے والے پر کفر کا فتویٰ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا یقبل اللّٰہ صلوٰۃ بغیر طھور

مگر ذکر کیلئے وضو شرط نہیں، وضو ہو یا نہ ہو، غسل جنابت کیا ہو یا نہ کیا ہو، ذکر کرو۔ نماز کیلئے شرط ہے کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کرو، اگر پورب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں تو کفر کا فتویٰ ہے لیکن ذکر ہر جہت میں کر سکتے ہو، مادرزاد ننگے ہوں نماز نہیں ہو سکتی سر سے پیر تک عورتوں کو اور ناف سے گھٹنے تک مردوں کو چھپانا ضروری ہے لیکن کیا ذکر کیلئے یہ شرط ہے ننگے ہو یا کپڑے پہنے ہو اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر وقت مطلوب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یذکر اللّٰہ علٰی کل احیا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر فرماتے رہتے تھے۔ دیکھئے کس قدر ذکر اللہ کی تاکید ہے؟ کس قدر اس کا مطالبہ ہے؟۔

تلاوت قرآن کریم

قرآن شریف میں ہے:واقم الصلٰوة ان الصلٰوة تنهیٰ عن الفحشاء والمنكر ولذكر الله اكبر جس کتاب کی تم پر وحی اتاری جارہی ہے اس کی تلاوت کرو اور نماز قائم کرو بیشک نماز فحشاء اور منکر سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑی بات ہے۔

اس آیت میں تین عبادتوں کا ذکر ہے۔تلاوت کلام اللہ شریف کا یہ درجہ ہے کہ ارشاد ہوا ہے کہ ایک حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے:ولا اقول الٓمّ حرف بل الف حرف ولام حرف وميم حرف یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وضاحت بھی فرمادی کہ حرف سے مثلاً پورا الٓمّ مراد نہیں بلکہ الف ایک حرف ہے اس پر دس نیکیاں، لام ایک حرف ہے اس پر دس نیکیاں، میم ایک حرف ہے اس پر دس نیکیاں، اور الٓمّ پر تیس نیکیاں، اب پڑھتے جائیں اور نیکیاں گنتے جائیں مگر ہم اپنی بیوقوفی سے قرآن شریف کی تلاوت کی قدر نہیں کرتے۔ اور بعض بیوقوف کہتے ہیں کہ بے سمجھے قرآن شریف پڑھنے سے کیا فائدہ، حالانکہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھنے نہ سمجھنے کی کوئی قید نہیں لگائی اور لطف یہ ہے کہ مثال میں الٓمّ پیش فرمایا ہے جس کے معنی کسی کو بھی نہیں معلوم، پس اگر آپ ترجمہ جانتے ہیں تو نور علی نور اور ترجمہ نہیں جانتے تب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر حرف پر دس نیکیاں۔

پس میرے بھائیو اس کی پابندی کرلو کہ روزانہ صبح کو ایک پارہ پڑھ لیا کرو، پھر دیکھو آپ کو کس قدر اللہ تعالیٰ کا انعام حاصل ہوگا، افسوس صبح اٹھتے ہی سگریٹ پیتے ہیں پڑھنے میں لگ جاتے ہیں چائے نوشی میں لگ جاتے ہیں صبح صبح ایک پارہ پڑھ لیجئے اس ایک پارہ میں کئی ہزار حرف آتے ہیں تو ہر روز کتنے خزانے آپ کے ہاتھ لگ جائیں گے۔

نماز کا حکم اور اس کی تاثیر

بھائیو! اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں دوسرا حکم یہ فرمایا ہے:واقم الصلٰوة لم يقل

صل بل قال اقم الصلوٰۃ یعنی اس آیت میں نماز پڑھو نہیں فرمایا بلکہ نماز قائم کرو فرمایا، بعض لوگ نماز پڑھتے ہیں اسے قائم نہیں کرتے، ترتیل کے ساتھ معانی کا لحاظ کر کے پڑھو، اس کا سوچنا کہ شہنشاہ عالم کے سامنے کھڑا ہوں جو میرے دل ودماغ کے خیالات کو جانتا ہے ہر ہر حرکت کو جانتا ہے اسی شہنشاہ اسی رحمٰن ورحیم اسی جبار وقہار کے سامنے کھڑا ہوں، ہر رکوع کو، سجدے کو، قیام کو، تعوذ کو ترتیب اور اطمینان کے ساتھ ادا کرو، پس اگر تمام شرطوں، تمام احکام اور جملہ آداب کی پابندی کرتے ہوئے نماز ادا کی تب تو قائم کرنا ہوا لیکن اگر رکوع سجدہ اور جلسہ میں کون واطمینان نہیں ہوا تو نماز تو ہو جائے گی مگر اقامت نماز نہیں ہوگی۔

دیکھو ایک معمولی افسر سامنے آتا ہے تو ہم کیسے سکون واطمینان سے اس سے باتیں کرتے ہیں لیکن اس شہنشاہ جو عالم الغیب ہے جس کے علم سے ایک ذرہ غائب نہیں اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں بھاگ دوڑ کرتے ہوئے چہرہ کعبہ کی طرف دل بیوی بچوں میں یہ بھاگ دوڑ کی نماز ہے اسے اقامت نماز نہیں کہتے، جیسا کہ ہر دوا الگ تاثیر رکھتی ہے کونین سے ملیریا اور گل بنفشہ سے زکام رفع ہوتا ہے غرض ہر دوا میں اللہ تعالیٰ نے الگ تاثیر رکھی ہے پانی سے پیاس، کھانے سے بھوک جاتی ہے اسی طرح نماز بھی دوا ہے ہمارے روحانی امراض کی، چنانچہ ارشاد ہے: ان الصلٰوۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر بے حیائی کی باتیں، منکر باتیں، نہایت بری باتیں نماز ان چیزوں سے روکتی ہے، نماز میں نہایت قوی تاثیر ہے جس طرح ظاہری دوائیں جسمانی امراض کو روکتی ہیں اسی طرح فحشاء اور منکر کو نماز روکتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا ایک خوبصورت عورت پردے کے ساتھ نماز میں جایا کرتی تھی ایک نوجوان اس پر عاشق ہو گیا عورت نکاح شدہ تھی اس نوجوان نے بے باکی سے کہلوایا میں ملنا چاہتا ہوں عورت جواب دیتی ہے میں ملنے کو تیار ہوں لیکن ایک شرط ہے کہ حضرت عمرؓ کے پیچھے چالیس روز تک نماز پڑھ لو روپیہ پیسہ کی

ضرورت نہیں ہے،نو جوان نے سمجھا بڑی آسان بات ہے وہ نوجوان حضرت عمرؓ کے آنے سے پہلے مسجد میں چلا جاتا تھا آٹھ دس روز بعد اس عورت کے مکان سے گزرا، دس بارہ روز کے بعد اس میں کمی آ گئی بیس پچیس روز کے بعد بالکل کمی ہوگئی چالیس روز کے بعد عورت پیغام بھیجتی ہے مرد کہتا ہے دل چھوٹ گیا اب اللہ تعالیٰ کا عاشق بن گیا ہوں۔

عورت نے خاوند سے تذکرہ کیا خاوند نے سیدنا فاروق سے کہا: فقال سیدنا عمر بن الخطاب صدق اللّٰه ان الصلوٰة تنهىٰ عن الفحشاء والمنكر اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ نماز فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔

ذکر اللہ کی عظمت

تیسری بات ہے: ولذكر اللّٰه اكبر بڑی مقدس عبادت ہے ذکر الٰہی، جس کو اکبر فرمایا گیا ہے یعنی بہت بڑی۔ فرماتے ہیں: ولذكر اللّٰه اكبر لام تاکید کا لایا گیا ہے اور لفظ اکبر لایا گیا ہے مفضل علیہ محذوف ہے، غور کرو ذکر اللہ کی کس قدر بڑائی ہے یعنی تلاوت سے اور نماز سے بھی بڑی عبادت ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر۔

بھائیو اور بزرگو! فرضوں کے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ جس قدر ممکن ہو چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے ذکر اللہ کو جاری رکھو، حدیث شریف میں ہے:

انا جليس من ذكرنی میں اس کا ہم نشین ہوں جو میرا ذکر کرے، غور کیجئے ایک تھانیدار کے پاس جانے والے کی، ایک کلکٹر کے پاس جانے والے کی آپ تعظیم کرتے ہیں، تو غور کیجئے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنا ہم مجلس فرماتے ہیں کتنا بڑا درجہ ہے اس شخص کا۔

میرے بھائیو! جو اولیاء گزرے ہیں خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ پرانے کپڑوں میں رہتے تھے، کھانے پینے کے ذخیرے ان کے پاس نہ تھے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ لو لگانے کی وجہ سے، اثر یہ تھا کہ

جوزبان سے کہتے تھے وہ ہوجاتا تھا، اللہ تعالیٰ اس کو پورا کردیتا تھا۔ یہ ذکر اللہ کا اثر تھا، اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہزاروں نہیں کروڑوں ان سے مستفید ہوئے، ہم شب وروز غفلت کے ساتھ رہتے ہیں، بیوی بچے کی فکر میں مبتلا ہیں۔

قرآن پاک کہتا ہے: یاایھا الذین اٰمنوا لا تلھکم اموالکم ولااولادکم عن ذکر اللّٰہ، بیوی بچے کی خبرگیری کرو لیکن ذکر اللہ سے غفلت نہ ہو۔

یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سکھلادی مسلمان اس زمانہ میں کھیتی باڑی، تجارت میں، ذکر اللہ سے غفلت نہ کرتے تھے: یخافون یوماتتقلب فیه القلوب والابصار ان کی شان فرمائی گئی ہے، یعنی دنیا کے کاروبار کے باوجود زبان پر ذکر جاری، دل میں اللہ کی یاد اور قیامت کے محاسبہ کا خوف۔ اس کے برعکس ہمارے زمانے کے پیر صاحب ہیں کہ مسجدوں میں مریدوں سے نذرانے وصول کرنے بیٹھ گئے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسے نہ تھے کھیتی کرتے تھے کھجوروں کے باغ درست کرتے تھے، جملہ اکابرین صحابہ محنت کی زندگی گزارتے تھے لیکن اللہ سے غفلت نہ کرتے تھے۔

میرے بھائیو! ہمارا فرض ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ اختیار کریں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں، اللہ کے ذکر میں مشغول رہیں، دل میں اسی کی یاد ہو اور زبان پر اسی کا نام، سب کام ہوں مگر سب کاموں سے مقدم یہ کام ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سب کو توفیق بخشے، وہی زندگی مبارک زندگی ہے جو اس کی یاد سے بابرکت ہو۔

وآخردعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی رسوله الکریم محمد واله واصحابه اجمعین۔ (ماخوذ از ارشادات مدنیؒ)

(از: ''معارف مدنی'' مؤلفہ فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ)

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہم

شرفِ اِنسانیت کا معیار ''علم وعمل''

الحمد للّٰہ رب العلمین ،والصلاۃ والسلام علی افضل الانبیاء والمرسلین، وعلی آلہ وصحبہ اجمعین!

علم ایک روشنی اور نور ہے جو قدم قدم پر اِنسان کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے سامنے صراطِ مستقیم کو واضح کرتا ہے۔

اسی علم کی بنا پر حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد بنی آدم کو زمین میں خلافت نصیب ہوئی، اِرشادِ باری ہے:

"واذ قال ربك للملائكة انى جاعل فى الارض خليفة" (البقرة: ٣٠)

''اور وہ واقعہ قابل ذکر ہے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ یقیناً میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔''

اور اس خلافت کے لیے جن جن علوم کی ضرورت تھی وہ علوم حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سکھلا دیئے:

"وعلم آدم الاسماء كلها"(البقرة:٣)

''اور اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے نام آدم کو الہام کر دیئے۔''

اور اسی علم کی فضیلت کی بنا پر حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنایا گیا۔ ارشادِ باری ہے:

"واذ قلنا للملائكة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابليس" (البقرة:٣٤)

''اور جب ہم نے حکم دیا تمام فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کے سامنے تو ان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے۔''

علم جو بھی ہو، جس سے اِنسانیت کی خدمت ہوتی ہو اسے فضیلت حاصل ہے، لیکن ان سب علوم میں افضل ترین علم وہ ہے جو علم دین یا علم شریعت کہلاتا ہے یا جسے وحی کا علم کہا جاتا ہے، جس علم کو سکھلانے کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت ہوتی ہے، وہ علم جو اِنسان کو اَپنے رب کی معرفت سکھلاتا ہے، اس کی صفاتِ کمال بتلاتا ہے اور اس کی عبادت کے طریقے اور اس کے ساتھ تعلق جوڑنے کا راستہ بتاتا ہے۔

یہ وہ علم ہے جو نہ صرف اِنسانوں بلکہ حیوانوں کے بھی حقوق بتلا کر ان کے حقوق اَدا کرنے کی تاکید کرتا ہے، وہ محبت وشفقت کرنے کا حکم دیتا ہے اور جو دِیانت وصداقت، شجاعت وسخاوت، اِخلاص واِیثار، قناعت وعفت جیسی صفات کی تعلیم دیتا ہے۔

یہ علم اور اس کی تفصیلات چوں کہ صرف انسان اپنی عقل کے بل بوتے پر حاصل نہیں کرسکتا اس لیے اس کی تعلیم کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کیا جاتا رہا اور قرآنِ کریم نے ان انبیاء کرام علیہم السلام کے فرائض میں تعلیم کو بطورِ خاص ذِکر فرمایا ہے، چناں چہ سیّد الانبیاء اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اِرشادِ باری ہے:

''لقد من اللّٰہ اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃان کانوامن قبل لفی ضلال مبین۔'' (۱٦٤/۳)

''واقعی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب انہی میں سے ان میں ایک ایسا رسول بھیجا جو ان میں اللہ کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور ان کی زندگی کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے اور بلاشبہ اس رسول کی تشریف آوری سے قبل یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے''۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''انما بعثت معلما'' مجھے تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اسلام نے علم کو جو مقام واہمیت دی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترنے والی سب سے پہلی وحی میں ''پڑھنے'' کا حکم دِیا گیا ہے:

"اقراء باسم ربك الذى خلق۔خلق الانسان من علق۔اقراء وربك الاكرم۔ الذى علم بالقلم۔ علم الانسان مالم يعلم" (علق:۱-۵)

''اے پیغمبر! اپنے اس رب کا نام لے کر قرآن پڑھیے، جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی، اس نے انسانوں کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔''

اور اسی قرآنِ کریم میں علم اور علماء کی فضیلت مختلف انداز سے بیان کی گئی ہے، سورۂ زمر میں اِرشاد ہوتا ہے:

"قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون" (زمر:۹)

''آپ فرمائیے کیا وہ لوگ جو حقیقت آشنا ہیں اور وہ جو حقیقت سے ناواقف ہیں کہیں برابر ہو سکتے ہیں؟''

سورۂ فاطر میں فرمایا گیا:

"انما يخشى الله من عباده العلماء" (فاطر:۲۸)

''اللہ تعالیٰ سے بس اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو اللہ کی قدرت وعظمت کا علم رکھتے ہیں۔''

اور ظاہر ہے کہ جتنا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم رکھے گا اتنا ہی وہ اس سے ڈرے گا اور یہ چیز علم ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

پھر دُنیا میں جتنے بھی مفید علوم ہیں جن کے ذریعہ اِنسانیت کی خدمت ہوتی ہے ان کا سیکھنا فرضِ کفایہ ہے، یعنی ان علوم کو بعض اِنسانوں نے سیکھ لیا جس سے اِنسانوں کی

ضروریات پوری ہو جاتی ہیں تو ساری اُمت گناہ سے بچ گئی، جیسے کچھ افراد علم طب سیکھ کر ڈاکٹر اور حکیم بن جاتے ہیں، کچھ انجینئر اور دوسرے اہم علوم اور پیشے (فنون) سیکھ لیتے ہیں، اسی طرح دِین اِسلام کا تفصیلی علم سیکھنا یہ فرضِ کفایہ ہے، اگر اُمت میں ایسے علماء موجود ہیں اور پیدا ہو رہے ہیں جن سے بوقت ضرورت دِین کے باریک اور تفصیلی علوم معلوم کیے جاسکتے ہیں تو یہ فرضِ کفایہ پورا ہو رہا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یادرہے کہ جہاں تک دین کی بنیادی چیزوں کا تعلق ہے ان کا سیکھنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے، جیسے اِیمان اور ایمانیات کا سیکھنا، عبادات جو اس پر فرض ہیں اُن کا سیکھنا، حلال حرام کا سیکھنا، پھر زندگی کے جس شعبے سے ایک مسلمان کا تعلق ہے، اس شعبے سے متعلق اِسلام کے موٹے موٹے مسائل سیکھنا فرض ہے، جیسے اگر ایک مسلمان تجارت پیشہ ہے تو اسے اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے کہ جس سے وہ تجارت کو اِسلامی اُصولوں پر چلا سکے، یہی وجہ ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایسے شخص کو تجارت کی اِجازت نہیں ملتی تھی جو تجارت کے شرعی مسائل سے واقف نہ ہو۔

علم کے بعد دُوسرا درجہ عمل کا ہے، بغیر عمل کے علم بے کار ہے، اور علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسا درخت بغیر پھل کے ہو، یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام جب اپنی اُمت کو تعلیم دیتے تو تعلیم کے ساتھ خود بھی اس علم پر عمل کرتے اور اُمت کو بھی عمل کرنا سکھاتے اور ان کی عملی تربیت فرماتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں ایک اہم صفت یہ بیان کی گئی ہے ''ویزکیھم'' اور وہ ان کا تزکیہ اور تربیت فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جناب مسعود احمد قریشی زید مجدہ

سائبان شفقت

حضرت علامہ پروفیسر زبیر احمد قریشی قدس سرہ فاضل دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

حضرت مولانا پروفیسر زبیر احمد قریشی قدس سرہ فاضل دارالعلوم دیوبند ساکن شاہ پور کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔ مرحوم فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ بانی جامعہ حقانیہ ساہیوال کے ہم درس اور ساتھی تھے، دونوں حضرات نے ایک ہی سال دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی ذیل میں ان کے خودنوشت مختصر حالات پیش کئے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

ولادت باسعادت

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی کامیابی کیلئے اتباع جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرط قرار دیا ہے اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاننے کا نام ہی تعلیم دین ہے اور دینی تعلیم وتربیت کا سرچشمہ مدارس دنیہ ہیں جہاں بوریاں نشینوں نے دینی جاہ ومنصب اور مال ودولت سے منہ موڑ کر تنگ دستی اور فاقہ کشی کو گوارہ کر کے قال اللہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداؤں کو بلند رکھا اور ایسے فرزندان توحید پیدا کیے کہ جو آسمان دین ودانش کے ماہ وانجم بن کر آج بھی قلوب انسانی پر ضوفشاں ہیں۔

انہی مدارس دینیہ کے آغوش رحمت میں جہاں ہزاروں محدثین، مفسرین، محققین اور متکلمین پیدا ہوئے وہی پر ہمارے علاقہ وخاندان کی ایک علمی شخصیت حضرت مولانا علامہ پروفیسر زبیر احمد صاحب قریشی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جنہوں نے اپنی ساری زندگی ہی تعلیم وتعلم میں صرف فرمادی جو چند دن قبل دارفانی سے دارالبقاء کی طرف کوچ فرما گئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

ان کی زندگی کے چند نشیب وفراز جو کہ حضرت علامہ صاحب نے خود اپنے دست

شفقت سے تحریر فرمائے ہیں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کرنا چاہوں گا۔

حضرت علامہ پروفیسر زبیر احمد صاحب کی ولادت 8 فروری 1928 عیسوی بروز جمعۃ المبارک سرگودھا کے ایک گاؤں چک منگلیا نوالہ میں ہوئی جہاں پر علامہ صاحبؒ کے والد محترم مسجد میں بطور امام تھے۔

ابتدائی تعلیم

حضرت علامہ صاحب تین سال کی عمر میں اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ سرگودھا کے ایک مشہور شہر جھاوریاں تشریف لائے جہاں پر ایک نہایت ہی بزرگ پرہیزگار خاتون جن کا نام جنت بی بی تھا اور عرف عام میں سب لوگ (مائی صاحبہ) کے نام سے پکارتے تھے اہل علاقہ اب بھی حضرت مائی صاحبہ کی بزرگی اور پرہیزگاری کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت علامہ صاحب کی والدہ ماجدہ نے علامہ صاحب کو مائی صاحبہ کی خدمت میں طلب دین کی غرض سے پیش کیا تو حضرت مائی صاحبہ نے ایک پلیٹ میں کوئی میٹھی چیز اور علامہ صاحب کو حضرت مولانا محمد رفیق صاحب کے پاس بھیجا جو کہ جھاوریاں کی ایک مسجد (قاضیوں والی) تو علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا حضرت مولانا محمد رفیق صاحب کے اردگرد طلباء کرام کا بہت بڑا حلقہ لگا ہوا تھا جہاں دور دراز طلباء اپنی علمی پیاس بجھانے آئے ہوئے تھے۔تو مولانا رفیق صاحب نے اپنا شفقت والا ہاتھ میرے سر پر پھیرا اور فرمایا کہ پڑھو''یا فتاح'' آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ پڑھوائے تو اس طرح میری تعلیم کا آغاز ہو گیا الحمدللہ۔

اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مائی صاحبہ کی خدمت کا بہت موقع دیا وہ اس طرح کہ حضرت مائی صاحبہ کی ایک گائے اور بھینس تھی جن کو چارہ، پانی حتی کہ ساری دیکھ بھال میرے ذمہ میں تھی اور گھر کے تقریبا سارے کام کاج کا حضرت مائی صاحبہ مجھے ہی کرنے کو فرماتی اور پھر ہر جمعہ کو مجھے ایک پیسہ بھی دے دیتی تو اس بناء پر مجھے ہر جمعہ کا

ایک اعتبار سے انتظار بھی رہتا تھا۔

کچھ عرصہ کے بعد علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے سکول میں داخل کروا دیا گیا تقریباً چار کلاسیں ہی پڑھی تھیں تو حضرت چچا جی (حضرت مولانا عطاء محمد صاحب نور اللہ مرقدہ) نے دینی تعلیم کیلئے جھاوریاں کے ایک مدرسہ میں داخل کروا دیا جہاں میرے ساتھ حضرت مولانا مولا بخش صاحب بھی پڑھتے تھے یہاں رہتے ہوئے ابتدائی کتابیں حضرت مولانا عطاء محمد صاحب جو کہ فاضل دارالعلوم دیوبند تھے ان سے پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا عطاء محمد صاحب کو کمال درجہ کا علم عطاء فرمایا تھا اہل علاقہ اس بات کے شاہد ہیں اور ان کی رحلت کے بعد حضرت کے بیٹے حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب نے بھی اپنے والد محترم کی علمی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھا اور خوب لاج رکھی اس وقت اس علمی وراثت کو مفتی عبدالرحمٰن صاحب کے بیٹے حضرت مفتی مطیع الرحمٰن صاحب اور مفتی احمد الرحمٰن صاحب سنبھالے ہوئے ہیں۔

تقریبا چھ یا سات سال تک جھاوریاں میں ہی زیر تعلیم رہا یہاں رہتے ہوئے شرح جامی، اور مشکوۃ المصابیح جیسی مشہور و معروف کتب پڑھیں اس کے بعد میں اور مولانا مولا بخش صاحب سرگودھا کے ایک مشہور اور قدیم مدرسہ سراج العلوم بلاک نمبر ایک میں داخلہ لیا جہاں پر مزید الحمدللہ علمی پیاس بجھائی اس مدرسہ میں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ، حضرت مولانا احمد سعید صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا صالح محمد صاحب سے ہدایہ اور موقوف علیہ تک کی کتب پڑھی حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے مولانا قاری عبدالسمیع صاحب کے ساتھ تعلیمی سلسلہ میں میرا مقابلہ ہوتا تھا لیکن بفضلہٖ تعالیٰ مجھے اکثر کامیابی ملتی تھی۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

جب سراج العلوم سرگودھا سے موقوف علیہ تک کتب پڑھ لی تو حضرت چچا جی

مولانا عطاء محمد صاحب نوراللہ مرقدہ کے مشورے اوران کی دعاؤں اور سرپرستی میں دارالعلوم دیوبند جانے کا پروگرام بنا وہ اس طرح کہ میں اور مولانا مولا بخش صاحب اور مولانا عبدالکریم صاحب ، مولانا گلزار احمد صاحب اور مولانا غلام محمد صاحب تقریباً ہم سات آدمی تھے دارالعلوم دیوبند داخلے کیلئے بذریعہ ٹرین روانہ ہوئے۔

جب ہم سات آدمی وہاں پہنچ گئے تو وہاں داخلہ کے لیے ایک امتحان لیا جاتا تھا تقریری امتحان تھا۔حضرت مولانا ادریس کاندھلوی صاحب نوراللہ مرقدہ نے ہمارا امتحان لیا جس میں الحمدللہ میں اور مولانا مولا بخش صاحب کامیاب ہوئے اور باقی حضرات کچھ فاصلہ پر ایک اور دینی درسگاہ مظاہر العلوم سہارنپور میں تشریف لے گئے اور وہاں داخلہ لے لیا۔

یاد رہے کہ اس سال دارالعلوم دیوبند دورہ حدیث شریف میں میرے ساتھ اپنے علاقہ کے کئی اور حضرات بھی جن میں حضرت اقدس مولانا سید عبدالشکور شاہ صاحب ترمذی نوراللہ مرقدہ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (خوشاب) قابل ذکر ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے شب وروز

ہمیں دارالعلوم میں کمرہ نمبر 105 میں رہائش ملی جہاں پہلے دو حضرات موجود تھے بھائی عبدالرحمٰن اور بھائی عبدالجبار اس کمرہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس کے نیچے ایک پختہ بیسمنٹ تھا جس کی وجہ شدید گرمی میں بھی کمرہ میں ٹھنڈک محسوس ہوتی۔اور کھانے میں صبح دال روٹی اور شام کو گوشت روٹی ملتی تھی اور ناشتہ کی ترتیب نہیں تھی۔

اساتذہ کرام

دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیں پڑھاتے حضرت موصوف چونکہ جمعیۃ علماء ہند کے سربراہ بھی تھے اس لئے عموماً سفر میں مصروفیت زیادہ تھی تو کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت مدنی رات کو دیر سے واپس تشریف لاتے تو گھنٹی بج جاتی اور طلباء کرام سوتے جاگتے اپنی کتابیں

اٹھا کر دارالحدیث پہنچ جاتے اور حضرت مدنی اپنے مخصوص انداز میں سبق پڑھاتے چونکہ اس وقت بجلی نہیں تھی تو طلباء لالٹین وغیرہ جلا کر علم حاصل کرتے حضرت مدنی طلباء کے ساتھ نہایت ہی شفیق تھے طلباء بلا جھجک سوال کرتے تو حضرت موصوف بہت خوشی کے جواب مرحمت فرماتے۔

جبکہ شیخ الادب حضرت مولانا اعزازعلی صاحب نوراللہ مرقدہ نے ہمیں حدیث مبارکہ کی مشہور ومعروف کتاب ''ترمذی شریف'' پڑھائی حضرت مولانا اعزازعلی صاحب کواللہ تعالی نے خاص رعب ودبدبہ دیا تھا جب گذرتے تو طلباء چھپ جاتے لیکن ہم نے کبھی حضرت کوکسی کوغصہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب کی زیادہ مصروفیت سیاسی بھی تھی حضرت مدنی کچھ عرصہ کے لیے چھٹی لیکر گئے تو حضرت کی جگہ حضرت مولانا فخرالدین صاحب ہمیں بخاری شریف کا سبق پڑھاتے جوکہ نہایت ہی سادگی پسند تھے اور طلباء کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور طلباء کا بہت زیادہ ادب فرماتے۔

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سے ہم نے ''ابن ماجہ'' پڑھی جن کا تعلق ملتان سے تھا اور ''نسائی شریف'' حضرت مولانا بشیر صاحب پڑھاتے۔

دارالعلوم دیوبند کی ایک خصوصیت یہ بھی دیکھنے میں آئی کہ اکثر طلباء ذہنی طور پر حضرت مدنی کی وجہ سے جمعیۃ علماء ہند کے ہمنوا تھے لیکن جامعہ کے مہتمم حضرت اقدس قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہ کا رجحان زیادہ تر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب سے تعلق ہونے کی وجہ سے مسلم لیگ کی طرف تھا اسی طرح حضرت مولانا شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثانی بھی مسلم لیگ میں تھے، لیکن ہم نے دیکھا یہ ہے ان حضرات علماء کرام کا سیاسی اختلاف اگرچہ تھا لیکن یہ ایک دوسرے سے دوری کا باعث تو دور کی بات کبھی اختلاف کا شائبہ تک محسوس نہیں ہوا جوکہ ہمارے لیے ایک بہترین سبق تھا۔

اس سال دورہ حدیث کے طلباء کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو کے قریب تھی تو آخر میں سالانہ امتحان ہوا تو پوری کلاس میں الحمدللہ میری تیسری پوزیشن آئی۔تقریباً ایک سال کے بعد دارالعلوم دیوبند سے واپس گھر آ گیا۔

عملی زندگی میں قدم

جب فراغت کے بعد واپسی ہوئی تو میں نے شاہپور صدر بازار میں قریشی دواخانہ کے نام سے اپنا کاروبار شروع کیا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی سکول کی تعلیم بھی جاری رکھی انگریزی کا سبق استاد محترم احسان الحق صاحب سے لیتا تھا اسی طرح کچھ عرصہ یہ سلسلہ چلتا رہا۔

تحریک ختم نبوت میں گرفتاری

جب ختم نبوت کی تحریک شروع ہوئی تو چند تقاریر میں نے بھی کی جس کے نتیجہ میں مجھے گرفتار کرلیا گیا میرے ساتھ محمد شفیع، عبدالرحمٰن قطبی، شیر شاہ قریشی، اور مولانا عبدالکریم صاحب بھی تھے۔

گرفتار کر کے کچھ دن ہمیں شاہپور جیل میں رکھا گیا پھر سنٹرل جیل لاہور منتقل کر دیا گیا جہاں پر کچھ علماء کرام پہلے سے موجود تھے جن میں مولانا عبدالستار صاحب نیازی، مولانا سرفراز حسین وغیرہ جیل میں کوئی زیادہ مشقت نہیں تھی لیکن باہر سے ملاقات پر مکمل پابندی تھی سارا دن آپس میں بحث ومباحثہ کرتے گذر جاتا پھر کچھ عرصہ کے بعد لاہور سے ملتان جیل بھیج دیا گیا جہاں گرمی بہت زیادہ تھی اور پھر رمضان المبارک بھی آ گیا جیل میں متعدد جماعتوں کے سرکردہ رہنماء بھی قید تھے جماعت اسلامی کے لیڈر مولانا گوہر گیلانی صاحب اسی قید کے دوران جیل کے عملہ نے ایک مطبوعہ معافی نامہ ہمارے درمیان تقسیم کیا کہ اس پر دستخط کرو تو تمام نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور جبکہ سوائے ان دو بندوں کے جن کا تعلق سیال شریف سے تھا ایک کا نام مولوی نذیر اور دوسرے کا مولوی نذر تھا جنہوں

نے رہائی کے لالچ میں دستخط کر دیئے لیکن پھر بھی رہائی نہ ہوسکی بالآخر.... تقریباً پانچ ماہ کے بعد رہائی نصیب ہوئی۔

اس کے بعد پانڈ وال کے ایک سکول میں فارسی ٹیچر کی ضرورت تھی چنانچہ میں نے اللہ کا نام لیکر درخواست دے دی اور پھر وہاں پر میری تقرری بھی ہوگئی جہاں پر بہت اچھی زندگی گذرنے لگی اور بہت محنت سے میں نے کام شروع کر دیا ہر روز صبح کے وقت دیوار پر قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور اچھے اچھے اقوال میں خود تحریر کرتا اور اس کے ساتھ ساتھ بی اے کی بھی تیاری شروع کر دی اس سکول میں تقریباً ایک سال رہا اس کے بعد پھر چنیوٹ پتہ چلا کہ وہاں استاد کی ضرورت ہے تو یہاں دور ہونے کی وجہ سے چنیوٹ کے لیے ہیڈ ماسٹر صاحب سے اجازت لے لی چنانچہ چنیوٹ محلّہ ترکھانوالہ میں ایک مکان بھی کرایہ پر لے لیا اس وقت میری سکول سے تنخواہ 105 روپے تھی جس سے گھر کا کرایہ تیرہ روپے دیتا اور باقی خرچ گھر میں استعمال ہوتا۔

اسی طرح اس کے بعد کچھ عرصہ فیصل آباد گورنمنٹ کالج میں تدریسی خدمات دیتا رہا اور مجھے یاد ہے کہ روزانہ سائیکل پر چنیوٹ سے فیصل آباد آتا اس طرح ایک عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر بنوں کالج میں بطور لیکچرار تقرری ہوئی تو وہاں پر تدریس کے ساتھ ایک اور ذمہ داری بھی سونپ دی گئی یعنی سٹاف سیکرٹری بنا دیا گیا یہاں پر بھی اللہ کے شکر سے اچھے دوست مل گئے فارغ وقت میں خوب گپ شپ ہوتی ۔

سعودی عرب روانگی

سعودی عرب کی طرف سے 15 سکالرشپ جاری ہوئی سب امیدواروں نے انٹرویو دیا اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی کامیابی سے ہمکنار کیا اور سعودیہ کے لیے تیاری کرنے لگا چنانچہ سعودی حکومت کی طرف سے جہاز ٹکٹ بھی موصول ہوگیا تو لاہور ائرپورٹ سے سعودیہ کے لیے روانہ ہوگیا اور الحمدللہ وہاں خیروعافیت کے ساتھ پہنچا اور وہاں مجھے 105

نمبر کمرہ ملا بہت اعلیٰ قسم کا کھانا اللہ تعالیٰ نے نصیب کیا صاف ستھرا ماحول کسی قسم کا کوئی لڑائی جھگڑے کا کوئی تصور نہیں تھا بہت ہی اچھے دن گذرے کچھ عرصہ کے بعد حج کے ایام آ گئے تو یونیورسٹی کی طرف سے اعلان ہوا کہ جو طالب علم حج کے لیے جانا چاہتے ہیں سو ریال دے کر جامعہ کے نظم کے مطابق جا سکتے ہیں چنانچہ میں نے بھی رقم جمع کروائی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے (آمین) تقریباً آٹھ دن کے بعد واپسی ہوگئی۔

علماء اور صلحاء سے تعلقات

حضرت علامہ صاحب کو علماء کرام اور صلحاء عظام کے ساتھ تعلقات رکھنے کا ایک دلی شوق اور جذبہ تھا جہاں بھی سننے میں آتا کہ فلاں جگہ پر کوئی شخصیت اہل علم میں سے تشریف لا رہی ہے تو فوراً زیارت کے لیے تشریف لے جاتے اور روحانی غذا حاصل فرماتے۔ ان میں قابل ذکر شخصیت حضرت اقدس مولانا مفتی سید عبدالشکور شاہ صاحب ترمذی نور اللہ مرقدہ ہیں جن کے پاس (ساہیوال سرگودھا) تشریف لے جاتے اور حضرت شاہ صاحب بہت ہی شفقت فرماتے اور بے پناہ محبت سے نوازتے حضرت سید عبدالشکور شاہ صاحب ترمذی کی رحلت کے بعد حضرت شاہ جی کے بیٹے حضرت مولانا سید عبدالقدوس شاہ صاحب ترمذی مدظلہ نے اپنے والد محترم کی اس دوستی اور محبت کی لاج رکھی یعنی حضرت علامہ صاحب کے ساتھ وہی تعلقات برقرار رکھے جب بھی اس علاقہ میں آنا ہوا تو علامہ صاحب سے ضرور ملاقات فرمائی اور علمی گپ شپ بھی فرماتے ۔

سلسلہ بیعت حضرت اقدس ولی کامل مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہ سے ابتداءً قائم کیا پھر حضرت اقدس مولانا شاہ محمد حکیم اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ ایک عرصہ تک سلسلہ بیعت قائم کیا اور باقاعدہ خط و کتابت بھی جاری رکھی زندگی کے آخری ایام میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مدظلہ سے سلسلہ بیعت قائم کیا۔

علالت ووفات

حضرت علامہ صاحب اکثر زندگی میں یہ دعاء بہت اہتمام سے فرماتے کہ یااللہ مجھے اپنے علاوہ کسی کا محتاج نہ بنانا اور حضرت علامہ صاحب کے پوتے حافظ محمد علی قریشی کہتے ہیں میں نے دادا جان کو دعاء مانگتے ہوئے دیکھا ہے کہ دادا جان اس طرح اللہ تعالی سے مانگتے بالکل دنیا سے کنارہ کش ہوکر اور اتنی عاجزی انکساری کے ساتھ اللہ تعالی کے سامنے اپنا دامن پھیلا کر روتے تھے اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب فرماتے۔

پھر اللہ تعالی نے دعاء قبول فرمائی کوئی خاص بیماری نہیں کوئی بظاہر علامت وفات نہیں بس اچانک ہی 13/جون 2017ء تقریباً عصر کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور جنازہ کثیر تعداد میں تھا علاقہ کی مشہور ومعروف اور بزرگ شخصیت حضرت پروفیسر حافظ ثناء اللہ صاحب مدظلہ (خلیفہ مجاز حضرت اقدس سید اسد محمود مکی صاحب مدظلہ) نے پڑھائی۔

حضرت علامہ صاحب کی اولاد میں پروفیسر ابرار احمد قریشی جو کہ ڈگری کالج شاہپور صدر میں سینئر لیکچرار کے ساتھ کالج میں بطور وائس پرنسپل کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں اور محترم بھائی آفتاب احمد صاحب جو کہ ماشاء اللہ اشاعت دین کے جذبہ سے سرشار تبلیغی جماعت کے کام کے ساتھ ساتھ ایک سرکاری سکول میں بطور ٹیچر ہیں۔اور دو پوتے حافظ علی قریشی اور حافظ محمد عبداللہ جو کہ الحمد للہ حضرت علامہ صاحب کی زندگی میں ہی قرآن پاک حفظ کر چکے تھے جن کی حضرت علامہ صاحب کو بہت ہی زیادہ خوشی ہوئی اور بہت زیادہ دعاؤں سے نوازا،اور یہی قرآن پاک کی دولت ان شاء اللہ حضرت علامہ صاحب کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

مولانا عبدالصمد ساجد سلمہ

تقریب پرچم کشائی بموقع ۱۴؍اگست ۲۰۱۷ء

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

آج سے ستر بہتر برس قبل ۲۷؍رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ/۱۴؍اگست ۱۹۴۷ء اکابر علماءِ دیوبند کی محنتوں، کاوشوں اور جدوجہد سے یہ ملکِ عزیز پاکستان معرض وجود میں آیا، فلله الحمد و له الشكر.

قیامِ پاکستان میں علماء کا کردار ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، کوئی کور چشم ہی اس کھلی حقیقت کو جھٹلا سکتا ہے، بصارت کے ساتھ جس کے پاس بصیرت بھی ہو وہ ہرگز اس سے آنکھیں نہیں موند سکتا۔

جامعہ حقانیہ، جس کی بنیاد فقیہ الامت، مفتیٔ خانقاہ تھانہ بھون مولانا سید عبدالکریم گمتھلوی نوّر اللہ مرقدہ (مجازِ صحبت حضرت تھانوی قدّس سرّہ) نے ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء میں ابتداءً ہندوستان، شاہ آباد ضلع کرنال میں رکھی، تقسیمِ ہند کے بعد یہ دینی درس گاہ پاکستان، ساہیوال ضلع سرگودھا منتقل ہوئی، تحریکِ پاکستان میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر متعلقین و متوسّلین کے علاوہ بانیٔ جامعہ حقانیہ، فقیہ الامت، مفتیٔ خانقاہ تھانہ بھون مولانا سید عبدالکریم گمتھلوی نوّر اللہ مرقدہ (مجازِ صحبت حضرت تھانوی قدّس سرّہ) کا بھی مثالی اور نمایاں کردار ہے، چنانچہ اسی یاد میں اپنے اکابر کی خدمات کو سراہتے ہوئے ملک سے محبت اور وفا کا ثبوت دیتے ہوئے بطور تجدید عہد مادرِ علمی جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا میں بھی پرچم کشائی کی تقریب منعقد کی جاتی ہے۔

چنانچہ حسبِ سابق امسال بھی جامعہ ھٰذا میں پرچم کشائی کی تقریب منعقد ہوئی۔

جامعہ کے درجہ تخصص فی الفقہ سالِ اول کے طالب علم مولانا محمد سلیمان نے آیت مبارکہ: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔الخ[۲۴/ ۵۵] کی تلاوت کی۔

تلاوت کے بعد حضرت صدر جامعہ مدظلہم نے پرچم کشائی کے قومی وقت آٹھ بج کر پچپن منٹ پر تمام اساتذہ وطلباء اور معززین شہر کی موجودگی میں آزاد فضاؤں میں سبز ہلالی پرچم لہرایا، ساتھ ہی درجہ ہشتم اور نہم کے طلباء نے قومی ترانہ.... پاک سرزمین شاد باد، کشورِ حسین شاد باد پڑھا۔

اس کے فوراً بعد دوسری نشست درجہ قرآن کے ہال میں ہوئی، آغاز مدرسہ احیاء السنۃ ،فروکہ کے طالب علم حامد ابراہیم اور جامعہ کے فاضل مولانا قاری حماداللہ ساجد سلمہ کی تلاوت سے ہوا، قاری عبیداللہ ساجد مرحوم کے چھوٹے صاحبزادہ حافظ محمد عثمان معاویہ اور مولانا محمد عدنان صاحب نے نعتیہ کلام پیش کیا، جامعہ کے متخصص مولانا محمد صابر صاحب نے تاریخ پاکستان کے حوالہ سے اردو زبان میں تقریر کی، اس کے بعد ایک بار پھر نعت اور ترانہ پیش کیا گیا، اور پھر جامعہ کے فاضل متخصص ،معروف خطیب مولانا انتظار احمد (دلے والا) نے تاریخِ پاکستان میں اکابر علماءِ دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کی خدمات کے حوالے سے انتہائی مختصر مگر جامع اور پُر مغز خطاب فرمایا، اس کے بعد حضرت صدر جامعہ مدظلہم کی موجودگی میں حافظ محمد عثمان معاویہ، عبدالوھاب اور حامد ابراہیم سلمہم نے کلیم عثمانی کا معروف ملی ترانہ ''یہ وطن تمہارا ہے، تم ہو پاسباں اس کے'' پیش کیا، جبکہ تحریکِ پاکستان، اکابر کا کردار اور مقصدِ حصول پاکستان کے حوالے سے ہی مولانا زعفران انقلابی نے فارسی میں، جامعہ کے فاضل متخصص مولانا محمد قاسم سلمہٗ انگلش میں اور ابن الشیخ ، صاحبزادہ مولانا سید عبدالقدیر ترمذی زادت محاسنہ نے عربی میں تقریر کی، حضرت کے بیان سے قبل جامعہ ہذا کے فاضل متخصص ،خطیبِ جمیل مولانا جمیل طارق زیدمجدہم نے اکابر کی خدمات پر نظم

پڑھی ،تقریب کی نقابت بندہ کے سپرد رہی۔آخر میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ حضرت صدر جامعہ مدظلہم نے انتہائی مفصّل ،تاریخی ، یادگار اور چشم کُشا خطاب فرمایا،اس خطاب کا حرف حرف اس قابل ہے کہ اسے بار بار سنا اور پڑھا جائے ،ان شاء اللہ آئندہ شمارہ میں یہ مکمل خطاب بھی ہدیۂ قارئین کیا جائے گا،حضرت والا مدّظلّہم ہی کی دعا پر یہ پُر وقار و پُر انوار تقریب اپنے حسن اختتام کو پہنچی۔ فلله الحمد و له المنة۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وطن عزیز کو ہر قسم کی اندرونی و بیرونی سازشوں سے اپنی خاص پناہ میں رکھیں ،آمین۔

موقع کی مناسبت سے محترم احمد ندیم قاسمی مرحوم کی دعائیہ نظم پیش خدمت ہے۔

خدا کرے کہ مری ارضِ پاک پر اترے
وہ فصلِ گل جسے اندیشۂ زوال نہ ہو
یہاں جو پھول کھلے وہ کھلا رہے برسوں
یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو
یہاں جو سبزہ اُگے وہ ہمیشہ سبز رہے
اور ایسا سبز کہ جس کی کوئی مثال نہ ہو
گھنی گھٹائیں یہاں ایسی بارشیں برسائیں
کہ پتھروں کو بھی روئیدگی محال نہ ہو
خدا کرے نہ کبھی خم سرِ وقارِ وطن
اور اس کے حسن کو تشویش ماہ و سال نہ ہو
ہر ایک فرد ہو تہذیب و فن کا اوجِ کمال
کوئی ملول نہ ہو، کوئی خستہ حال نہ ہو
خدا کرے کہ مرے اک بھی ہم وطن کے لیے
حیات جرم نہ ہو، زندگی وبال نہ ہو

سید عبدالواسع ترمذی

اخبار الجامعہ

۴؍ذوالقعدۃ الحرام: حضرت صدر جامعہ مدظلہم مدرسہ اسلامیہ حنفیہ شاہ نکڈر تشریف لے گئے، اور بخاری شریف کا افتتاح فرمانے کے بعد جمعۃ المبارک کے موقع پر اصلاحی بیان بھی فرمایا۔

۷: حضرت مدظلہم نے مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ مبھارے خان ساہیوال میں بخاری شریف کا افتتاحی سبق پڑھایا۔

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالغفار تونسوی مدظلہم جامعہ میں تشریف لائے اور طلبہ درجہ تخصص کو تین روز تک ردفرق باطلہ پر دروس دیے۔

۱۳: حضرت مدظلہم نے مدرسہ عائشہ فروکہ میں بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھا کر کتاب کا آغاز فرمایا۔

۱۴؍حضرت مدظلہم جامعہ حقانیہ للبنات میں طالبات کو بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھا کر کتاب کا آغاز فرمایا۔

۱۷؍حضرت مدظلہم کبیر والا تشریف لے گئے اور دارالعلوم کبیر والا کی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔

۲۱؍۱۴؍اگست کو جامعہ میں پرچم کشائی کی پروقار تقریب کا انعقاد کیا گیا، جس کی تفصیلی روئیداد شامل اشاعت ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام فروکہ شہر میں تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے تیسری سالانہ کانفرنس مرکزی عیدگاہ میں منعقد ہوئی۔ حضرت مدظلہم نے اس میں شرکت کی اور موضوع کی مناسبت سے جامع اور پرمغز خطاب فرمایا۔

ع۔ن۔ت

تعارف کتب

نام کتاب: ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدنی کے دلچسپ سفرنامے مرتب: مولانا نوراللہ فاروقی

ناشر: القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ K-P-K صفحات: ۱۹۲

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ قدس سرہ کی علمی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کی تحریری، تقریری اور تدریسی خدمات تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں۔

زیر نظر کتاب آپ کے ان سفرناموں کا مجموعہ ہے جو مختلف اوقات میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے ترجمان ''مجلّہ الحق'' میں شائع ہوتے رہے۔ مرتب زید مجدہم نے ان منتشر مضامین کو ''الحق'' کی پرانی فائلوں سے تلاش کر کے بڑی اچھی اور عمدہ ترتیب کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ فجز اہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

ادیب شہیر مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''ان کے قلم سے نکلنے والا ہر سفرنامہ صفحہ کاغذ پر ان کے دارالسفر کی ہو بہو تصویر ہوتا ہے، موصوف نے اب تک جتنے بھی سفرنامے لکھے ہیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہر شہر اور اس کے باسیوں کے اندر جھانک لینے، ان کی خوبیوں اور خامیوں کا بخوبی ادراک کر لینے اور ان کے حقیقی مناظر کو بے کم و کاست صفحہ قرطاس پر اتار دینے کی بھرپو مہارت رکھتے ہیں۔

القاسم اکیڈمی کی دیگر مطبوعات کی طرح یہ کتاب بھی عمدہ ٹائٹل، بہترین کاغذ، اور معیاری کتابت وطباعت کے ساتھ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی ہے، جس پر اراکین اکیڈمی مبارک باد کے مستحق ہیں۔

امید ہے کہ قارئین اس قابل قدر کاوش کی قدر فرمائیں گے۔